عدل اجتماعی کا تصوراور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

Concept of social justice and its importance in light of Sunnah

ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری[i] عبدالماجد[ii]

Abstract

The paper aims to explore all the prevailing rules and regulations relating to social justice in human society. The present era besides its high approach in every field of life has been propagating a picture of cruelty, injustice and anarchy. The mian cause is social difference and a large gap among the people. In such conditions, peace, justice and stability can be a dream only. These all grievences model role that is of the Holy Prophet peace be upon him. He implemented the laws for mainting,social justice with out any discrimination which has been discussed in this article.

Key words*:Social Justice ,Peace,Holy Prophet Cruelty*

عصر حاضر کا انسان موجودہ تمام نظاموں اور تہذیبوں کو آزمانے کے باوجود مشکلات کا شکار ہے،ہزاروں اداروں اور تنظیموں کے قیام کے باوجود وہ حقیقی عدل و انصاف سے محروم ہر طرف ظلم کا شکار ہے، بین الاقوامیت ، فلاح انسانیت اور امن کے دعوؤں کے باوجود مغربی تہذیب اسے حقیقی مساوات ،عدل اورفلاح کی نعمت سے بہرہ مند نہ کر سکی اورانسان دنیا سے کشت و خون، جنگ و جدل اور ظلم کو ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکا، چنانچہ اب وہ ایسے اجتما عی نظام کے لئے سر گرداں ہے جس میں عدل و انصاف،مساوات،اخوت ومحبت ،رواداری، ہمدردی اور انسان دوستی کی فراوانی ہو، معیشت اور معاشرت میں ہمواری و توازن اور جان و مال

i اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ ومطالعہ مذاہب ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
ii پی ایچ ڈی سکالرشعبہ علوم اسلامیہ ومطالعہ مذاہب ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

کا مکمل تحفظ ہو اور افراد میں اونچ نیچ، رنگ و نسل کا امتیاز اور فتنہ و فساد کی گرم بازاری نہ ہو۔ وہ ایسے دستور کی تلاش میں ہے جو رنگ، نسل، زبان اور جغرافیہ کی تنگ نائیوں کو خاطر میں نہ لا کر بین الاقوامی اخوت و مساوات کے تصور سے ہم کنار کرے، جو ایسے قوانین دے جن کی نظر میں امیر و غریب اور اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہ ہو، جہاں فرد اور معاشرے کے حقوق میں افراط و تفریط نہ ہو بلکہ جہاں فرد کے روح اور جسم کے تقاضوں میں بھی عدل ہو اور اس کی روحانی اور مادی زندگی میں توازن و اعتدال ہو تاکہ معاشرہ روحانی اور مادی دونوں اعتبار سے ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ ایسا دستور اور اجتماعی عدل جس میں درج بالا خصوصیات ہوں وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ وہ رب العالمین کا عطاکردہ وہ نظام حیات ہی ہو سکتا ہے جو رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعے سے آج سے چودہ سو سال پہلے پوری انسانیت کو عطا ہوا۔ وہ ایسا اجتماعی نظام حیات ہے جس کی بنیاد نہ تو محض چند مادی اغراض پر ہے اور نہ ہی عارضی و ہنگامی حالات نے انہیں جنم دیا اور نہ ہی وہ کسی خاص قوم یا ملک کی سیاسی یا معاشی بہبود کے لئے ہے[1] بلکہ اس کا واضع رب العالمین ہے جو تمام انسانوں کا خالق ہے اور وہ ان کی نفسیات سے کما حقہ واقف ہے، اس لئے اس نے اس نظام کی بنیاد ایسے اصولوں پر رکھی ہے جو نسلی، لونی، وطنی، قومی اور طبقاتی منافرت کو مٹا کر عالمی اخوت اور انسانی مساوات کا سبق دیتے ہیں، یہ تمام انسانوں کو اللہ کا کنبہ قرار دے کر یہ باور کراتے ہیں کہ بہترین وہ ہے جو خدا کے کنبے کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرے۔ پھر یہ کوئی تصوراتی اصول ہی نہیں بلکہ ان کی بنیاد پر آج سے کئی سو سال قبل پوری دنیا میں ایک ایسا عالمگیر اجتماعی نظا م عدل قائم ہو چکا ہے جس کے سایہ رحمت میں تمام انسانیت نے سکھ کا سانس لیا تھا، ہر قسم کے نقص و غلو اور افراط و تفریط سے پاک ایسا نظام جس نے مسلک و مذہب کے اختلاف کے باوجود تمام انسانوں میں امن و بھائی چارگی کی فضا قائم کی اور تمام دنیا میں عدل اور سلامتی کا دور دورہ کیا۔ وہ جزیرۃ العرب ہو کہ روم و فارس، سسلی و سپین ہو کہ ہندوستان ہر جگہ اس اجتماعی نظام عدل نے انسان دوستی، ہمدردی، اخوت و محبت اور عدل و انصاف کے ایسے انمٹ

اور لازوال نقوش چھوڑے ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے قدیم و جدید تمام نظام قاصر ہیں۔وقت کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا عالمی اجتماعی نظام، جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہو، جو انفرادی اور اجتماعی، مادی اور روحانی تمام سطحوں پر توازن اور ہم آہنگی قائم کرے جو اقوام عالم کے مذہبی، ثقافتی، معاشرتی اور اقتصادی تنوعات(Diversities)اور امتیازات تسلیم کرے[2]اور ایک ایسا عالمی اجتماعی نظام عدل (Universal Social System) دے جس میں قانون اور انصاف سب کے لئے ایک جیسا ہو کا قیام عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت بن چکا ہے۔اس وقت جبکہ ایٹمی ہتھیاروں اور دیگر مہلک اسلحہ کی دوڑ ہر طرف لگی ہوئی ہے، بین الاقوامی مالیاتی بحران نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ بڑی طاقتیں اسلامی دنیا کی دولت اور وسائل (Resources) پر قبضہ کے لئے نت نئے بہانے تلاش کر رہی ہیں اور اس کے لئے کشت و خون کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ان سب کے نتیجے میں انسانیت کی اکثریت کے اندر نفرت، عناد اور غصہ کے جذبات ابھر رہے ہیں اور انتہا پسندی اور دہشت گردی کی فضا عام ہو رہی ہے یہ تمام افراتفری اور عالمی بے چینی ایک ایسی تہذیب اور نظام کی وجہ سے ہے جس کا چہرہ بظاہر روشن لیکن اندرون چنگیز سے تاریک تر ہے، یہ عالمی نظام New (World Order) (جو بے خدا مغرب اور امریکہ کی دین ہے یا تو کسی عالمگیر تباہی پر منتج ہو گا یا پھر اسے انسانیت کی خیر و بھلائی کے لئے پر امن اور دانشمندانہ طریقہ پر اسلام کے اجتماعی نظام عدل (Universal Social System)سے بدلنا ہو گا۔اب وقت آگیا کہ زمین کے باسیوں کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ کون سی روش اختیار کریں، یا تو آرنلڈ ٹائن بی کے الفاظ میں بھیڑ بکریوں کی طرح بے سوچے سمجھے موجودہ راستہ پر چلتے رہیں ([3]تو مکمل تباہی و بربادی(Total Annihilation) ان کا مقدر ہو، یا ایک ذی عقل و ذی شعور نوع (Species)کی حیثیت سے از سرنو اپنے تمام ازمودہ نظاموں کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لیں اور ٹھنڈے دل و دماغ سے بحیثیت مجموعی اپنی صلاح و فلاح (Salvation) کے

لئے کسی ایسے عالمی نظام کی طرف رجوع کریں جو تمام نسلی، وطنی اور قومی قیود سے بالا تر ہو کر انسانیت کی تعمیر کر سکے اور اسے عدل اجتماعی اور فلاح سے ہمکنار کرے۔

درجہ بالا معیارات کی روشنی میں جب ہم تمام نظاموں کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو وہ مغربی تہذیب کی طرح ہمیں موجودہ عالمی کردار ادا کرنے سے تہی دامن نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے پاس زندگی کے تمام شعبہ جات کے لئے مکمل رہنما اصول اور عالمگیر اجتماعی نظام عدل موجود نہیں۔عالمی لیول پر سوشلزم کا بھی تجربہ ہو چکا،سرمایہ دارانہ نظام بھی آزمایا جا چکا، مغربی جمہوری نظام کے ثمرات کا بھی دنیا مشاہدہ کر چکی اور موجودہ مغربی تہذیب اور نیوورلڈ آرڈر کے نتائج بھی سب کے سامنے ہیں،ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ انسان کے تمام مسائل کا حل ہے لیکن حقیقت میں وہ خود مسائل ہیں جن کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔مثلاً مغربی مفکرین کے ہاں اس وقت دنیا کے مسائل حل کرنے اور دنیا کو عدل سے ہمکنار کرنے کے لئے سرمایہ دارانہ مغربی جمہوری نظام (Capitalistic Western Democratic System) سے بہتر کوئی اور نظام نہیں جسے فوکویاما نے اپنی کثیر الاشاعتی کتاب:The End of History & The Last Manمیں تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے افکار کے مطابق تاریخ کے اختتام سے مراد جنگ و جدل کا خاتمہ اور تمام انسانوں کی معاشی ضرورتوں کاپورا ہونا ہے اور انسان ایک دفعہ پھر اپنی ماضی کی طرح شکم سیر حیوان کی طرح ہو جائے گا اور پھر وہ آخری انسان(Last Man) کو ایک شکم سیر کتے سے تشبیہ دے رہا ہے جو اس مغربی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے نتیجے میں دوسرے"تمام کتوں"سے بے پرواہ سارا دن دھوپ میں پڑا محظوظ (enjoy) ہو رہا ہو گا اور اسے دیگر علاقوں اور ملکوں کے کتوں سے کوئی سروکار نہیں ہو گا اور نہ ہی اس کے بارے میں اسے کوئی تشویش ہو گی (کہ وہ بھوکے ہیں یا شکم سیر)جب تک اس کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہوں گی، اس کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"The life of the last man: "comes to resemble that of a dog: "as long as a dog is fed and not

> *harassedhe is content to..." To sleeps in the sun all the day". The fact that other: "...dogs are doing better than him...or that other dogs are being oppressed in a distant part of the world". Does not worry him because: "he is not dissatisfied with what he is"[4].*

گویا اس مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا نکتہ عروج یہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت کو کھو کر دوبارہ حیوانی لیول پر آ جائے گا اور دوسرے انسانوں کے دکھ،درد اور غمی و خوشی سے اسے کوئی سروکار نہیں ہو گا گویا کہ یہ ایک حوالے سے انسانیت کا انسانیت سے فرار اور انخلایعنی alienationہے جو کہ اس بے خدا مغربی نظام کی دین ہے اور بقول ایک مصنف کے:

> *"There is a telling evidence that modern secular thought has reached its limits and therefore is incapable of offering anything fresh and original in the attempt to deal with the contradictions, ruptures, and alienation that charactrize the modern condition .... Modernist Western Thought has reached the limits of its potentialities in term of offereing any new insights into the nature of reality[5]."*

یعنی جدید لادینی نظام اپنی انتہا کو پہنچ کر بھی جدید انسان کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل نہ لا سکا جس کی روشنی میں وہ اپنے مسائل اور تضادات کو حل کر سکتا اور انسانیت سے فرار کے بجائے اسے اپنا سکتا اور اس کے مسائل حل کر سکتا۔یہ اسی نظام کی خودغرضی اور دوسرے انسانوں سے بے پرواہی و بے نیازی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیاکے۲۰فیصدامیر ترین افراددنیاکی۸۶فی صد تجارت،سرمایہ اور بچتوں پر کنٹرول حاصل کئے ہوئے ہیں اورپانچ امیر ترین ملک دنیا کی۸۲فی صدسے زیادہ مراعات کے حامل ہیں اور امیروں اور غریبوں میں فرق دن بدن بڑھ رہا ہے اور یہ فرق۱۸۲۰ءکے تین گنا فرق سے بڑھ کر۱۹۸۲ءمیں بہتر گنا ہو گیااور پورے کرہ ارض پر چند فیصد امیر ترین لوگ دنیا کی اتنی بڑی دولت کے مالک ہیں جو دنیا کی تقریباً نصف آبادی میں عام لوگوں کے پاس نہیں ہیں[6]۔

یہ تمام تقابل اس وجہ سے کیا گیا تاکہ مغربی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے دعوؤں کی حقیقت کھل کر سامنے آ سکے کہ کیاوہ دنیامیں عدل و مساوات کی امین ہیں یا اجتماعی ظلم کی

انتہائی بھیانک سیاہ تاریکی کا علمبردار ہے اور کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ انسانیت کے مسائل کے حقیقی حل کے لئے ایسا نظام سامنے لایا جائے جو انسان کو انسانیت سے فرار اور بے پرواہ نہ کرے بلکہ تمام انسانوں کو ایک کنبہ قرار دے، ایک کا دکھ دوسرے کا دکھ قرار دے بلکہ اپنی شکم سیری سے پہلے پڑوسی کی خبر گیری بھی کرے[7] اور دوسروں کی ضرورتوں کا خیال اپنی ضرورتوں کی طرح کرے بلکہ جس کا نقطہ نظر یوں ہو:

> ''جو صبح کو اٹھے اور دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی خبر گیری اور بہتری کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں[8] اور یہ بھی فرمائے کہ جس بستی میں کوئی شخص صبح کو اس حال میں اٹھے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا تو پھر اللہ تعالیٰ پر اس بستی کے بقاء و تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہیں اور یہ بھی فرمائے جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اور تیسرے آدمی کو (مہمان بنا کر لے جائے) اور اگر چار کا ہو تو پانچویں یا چھٹے انسان کو بھی اس میں شریک کرے۔[9]''

اور جس نظام کے ہادی یہ بھی فرمائے کہ جس کسی بندے کو بھی اللہ تعالیٰ ایک رعایا کا نگران بنا دے اور پھر وہ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان کے بھلائی کے لئے کوشاں نہ ہو تو جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا اور جو امیر بھی اہل حاجت غریبوں اور مسکینوں کے لئے اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اور مصیبت کے لئے اپنے دروازے بند کر دیتا ہے[10] اور جو تمام امت کو ایک جسد واحد کی مانند قرار دے کہ جس کے ایک حصے سے لے کر دوسرے حصے تک ایک ہی احساس کام کرتا ہے ایک عضو کو جو تکلیف پہنچے تو تمام اعضاء اس کے درد کی ٹیس محسوس کریں:

> تَرَى المؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى[11]
>
> ''یعنی باہم لطف و کرم اور انس و محبت میں مسلمانوں کا حال جسم کا سا ہے کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو بدن کا عضو عضو بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کا شریک غم بن جاتا ہے۔''

یہ ایک معمولی سی جھلک ہے رحمت العالمین کے لائے ہوئے ایسے نظام عدل اجتماعی کی جس کی اس وقت زمانے کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔عدل اجتماعی کے مزید خصائص اور اوصاف اور اسلامی تاریخ سے چند چیدہ واقعات بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عدل اور عدل اجتماعی کا مفہوم و معنی اور اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کر دیاجائے۔

عدل اور عدل اجتماعی کا مفہوم و معنی اور اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام کی آمد کا بنیادی مقصد معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ہے۔عدل کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق ملے اور اگر کوئی اس کے حق پر ہاتھ ڈالے تو جرم کے برابر سزا پائے۔

امام راغب اصفہانی نے عدل کی تعریف یوں کی ہے:

"مکافات میں مساوات کا لحاظ رکھنا عدل ہے یعنی نیکی کا صلہ نیکی اور بدی کا صلہ بدی ملنا چاہیے[12]۔"

سید شریف نے کہا ہے:

"عدل افراط و تفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے[13]۔"

علامہ عینیؒ نے کہا ہے:

"عدل واجب التعمیل احکام کی تعمیل کا نام ہے۔عدل یہ ہے کہ حق کو تسلیم کیا جائے اور ظلم کا خاتمہ کیاجائے[14]۔"

سیجو سیوزک عدل کے بارے اپنے مضمون Justice in Islam میں یوں لکھتے ہیں:

'The duty to give what is due to each and every being relates to the most explicit definition of justice given by Imam (Hazrat Ali):'Justice puts every thing in its right place.'one is just insofar one gives everything its proper due,renders haqq due to each person,indeed to each and every things in existence[15]."

ولیم لین عدل کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"Equality, Justice or rectitude; contrary of Jore. Or as some say, it is the mean between two excess and falling short: and the ability to be just in this demanding and universal manner in enhanced in the measure that one isattuned to al-Haqq, the Real [16]."

اسی طرح ڈاکٹر انیس احمد، عدل اسلامی کے بارے میں لکھتے ہیں:

'The Quran refers at least seven important dimentions of Adl –Justice which lead to meaningful peace in society. First and the foremost is the rule of law, legal equality and value of human life.Realization of rule of law cuts across different sections of society. Law does not discriminate between Muslims and Non-muslims in the basic human rights.Life, honor, property and securityof non-Muslim citizen is as much valuable as that of a Muslim....[17]."

اسلام کے عدل اجتماعی کی جامعیت کو سید حسین نصر یوں بیان کرتے ہیں:

'The theme Justice permeates the wole Islamic life and the Divine Law, the goal of whose implementation is the establishment of justice.The Quran is strewn with references to the subject of justice and identifies th good society with a just one.This virtue is so central to Islam that, according to a saying of the Prophet, " A kingdom might survive in infidelity, but it can not survive in injustice and inequality."One of the meanings of Justice -al-Adl is balance (al-mizan). God created all things in the correct proportion and harmony which is the imprint of unity upon the domain of multiplicity. The balance applies to every level of reality from the physical to the alchemical psychological and spiritual.There is a balance of th elements within healthy bodies ... And for the spiritually

accomplished Muslim there is balance between spirit, soul, and body and the satisfaction of their respective demands. to give each thing its due (haqq) in accordance with its nature as created by God is to live in balance and realize the balance of things and hence to live in justice...observe the balance in all things is to live in justice18. "

ابن عربی نے فرمایا:

"لفظ عدل کے اصلی معنی برابری کرنا کے ہیں پھر مختلف نسبتوں سے اس کا مفہوم مختلف ہو جاتا ہے، مثلاً:ایک مفہوم عدل کا یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے تو اس کے معنی یہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو اپنے حظِ نفس پر اس کی رضاجوئی کو اپنی خواہشات پر مقدم جانےاور اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی ممنوعات ومحرمات سے مکمل اجتناب کرے۔دوسرا عدل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے اور یہ کہ اپنے نفس کو ایسی تمام چیزوں سے بچائےجس میں اس کی جسمانی یا روحانی ہلاکت ہو ، اس کی ایسی خواہشات کو پورا نہ کرے جو اس کے لئے انجام کار مضر ہوں اورقناعت و صبر سے کام لے اور نفس پر بلاوجہ زیادہ بوجھ نہ ڈالے، تیسرا عدل اپنے نفس اورتمام مخلوقات کے درمیان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرے کسی سے خیانت نہ کرے، سب لوگوں کے لئے انصاف کا معاملہ کرے کسی انسان کو اس کے کسی قول و فعل سے ظاہرًا یا باطناً کوئی ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائے۔اسی طرح ایک عدل یہ ہے کہ جب دو فریق اپنے کسی معاملے کا فیصلہاس کے پاس لائیں تو فیصلہ میں کسی کی طرف میلان کے بغیر حق کے مطابق فیصلہ کرے، اور ایک عدل یہ بھی ہے کہ ہر معاملہ میں افراط و تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرے[19]۔"

ابو عبد اللہ رازی نے یہی معنی اختیار کرکے فرمایا ہے:

"لفظ عدل میں عقیدہ کا اعتدال، عمل کا اعتدال اوراخلاق کا اعتدال سب شامل ہیں[20]۔"

گویا اسلام کا عدل اجتماعی عقائد و عبادات و معاملات معاشرت اور معاشی احکامات کے ساتھ سیاسی وملکی معاملات کو بھی شامل ہیں۔عدل اجتماعی ذرہ سے لے کر کائنات کے تمام فلکی و فلکیاتی نظاموں کو شامل ہے اور ان تمام کائناتی نظاموں میں خدا کی صفت عدل کا اظہار ہے اسی طرح خدا کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء و رسل کی تعلیمات میں بھی عدل و انصاف کا ذکر جابجا ہے قرآن عظیم میں ایک سو سے زائد آیات ایسی ہیں جن میں ظلم کی شناعت بیان کی گئی ہے۔

قرآن کریم نے تمام انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد اقامت عدل کو قرار دیا ہے[21]اور حضور ﷺ نے بھی اعلان فرمایا:

أمرت لأعدل بينكم[22]

"مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان عدل کروں،یعنی میں بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں۔"

میرا یہ کام نہیں کہ کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں۔میرا سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے اور وہ ہے عدل و انصاف کا تعلق۔حضور اکرم ﷺ نے ایک ساعت کے عدل کو ستر سال کی عبادت سے افضل قرار دیاہے:

عدل سَاعَة أفضل من عبَادَة سِتِّينَ سنة[23]

علامہ جلال الدین دوانی نے اپنی کتاب "اخلاق جلالی" میں اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے:

"یعنی عدل ایک ساعت بهتر از عبادت هفتادسالست چه اثر عدل یک ساعت بهمه عباد و همه بلادمی رسد و مدت هائیمتمادی می ماند[24]۔"

یعنی ایک گھڑی کا عدل ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ ایک ساعت کا عدل تمام بندوں اور تمام شہروں تک پہنچتا ہے اور مدت دراز تک باقی رہتا ہے۔

اسی طرح حکم دیا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[25]

"عدل کے قیام میں کسی دشمن کی دشمنی اور کسی دوست کی دوستی آڑے نہ آئے بلکہ بے لاگ عدل وانصاف ہو۔"

عدل اور اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کے بارے فرمایا:

أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ "،"لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ[26]

عدل کو تقوی کے قریب قرار دیا اور فیصلے کے وقت عدل کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى[27]

عدل والی بات کہنے کا حکم دیا وہ اگرچہ قرابت دار (کے خلاف) ہی کیوں نہ ہو۔دوسروں کے معاملے میں عدل وانصاف کے حکم کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی فرمایا:

وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ"اپنے نفس کے معاملے میں بھی عدل و انصاف سے کام لو[28]۔"

اجتماعی عدل کے لئے ضروری شرائط و مقدمات

1. قانون و حقوق سب کیلئے:(یعنی حقیقی انسانی مساوات)

حقیقی عدل تب ہی ہو سکتا ہے جب قانون کی عملداری ہو اور قانون سب کیلئے برابر ہو۔ اسلامی قانون میں کسی کے لئے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتااپنے پرائے،بڑے چھوٹےاورامیر و غریب کیلئے الگ الگ حقوق نہیں ہیں۔جو حق ہے وہ سب کیلئے حق ہے اور جو گناہ ہے وہ سب کیلئے گناہ ہے۔جو حرام ہے وہ سب کیلئے حرام ہے،جو حلال ہے وہ سب کیلئے

حلال ہے حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات کو بھی قانون خداوندی سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے اس قاعدے کو یوں بیان کیا ہے:

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الحَدَّ عَلَى الوَضِيعِ وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا[29]

"تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لئے ہلاک ہوئیں کہ وہ لوگ کم درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھےاوراونچے درجے والوں(شرفاء)کو چھوڑ دیتے تھے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہےاگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات سے بدلہ لیتے تھے[30]۔

اسی طرح اسلامی نظام زندگی میں معاشرے میں ہر صنف اور ہر طبقہ کے حقوق بھی مقرر کیے تاکہ معاشرہ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال پر قائم رہے اور اس میں عدل و انصاف کی فضا قائم رہے۔اسلامی تہذیب ہی ایسےاصول دے سکتی ہے:

لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[31]

"آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک انسانوں کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے:

وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ[32]

"جو صبح اٹھے اور دوسرے مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں کی طرف توجہ نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں۔"

اسی طرح کسی شخص نے ایک دفعہ آپ ﷺ کے سامنے کسی سیاہ فام ماں کے بیٹے کو ابن السوداء (کالی ماں کا بیٹا) کہہ کر پکارا تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

لیس لإ بن البیضاء فضل علی إبن السودا ء ولا فرق بین دین و دین فی تکریم الإنسان حیاومیتا[33]

"گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، انسان کے احترام میں دین کے فرق کی وجہ سے زندگی میں اور موت کے بعد کوئی فرق نہیں۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (گورنر) کے صاحبزادے کسی قبطی غلام کو مار رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا:

متی تعبد تم الناس وقد ولدتھم أمھا تھم أحرارًا[34]

"تم نے کب سے ان کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔"

عدل کے قیام کے لئے ضروری لوازمات: حضرت عمرؓ کے مکتوب کی روشنی میں

اسلام کے عدل اجتماعی کے قیام کے لئے ضروری مقدمات کو حضرت عمرؓ کے ایک مکتوب میں جو کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھامیں بخوبی بیان کیا گیا ہے اسی خط کی اہمیت کے پیش نظر علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب "اعلام الموقین" میں بھی اس کی پوری تفصیل درج کی ہے۔

1. "اچھی طرح سمجھ لو کہ قضا ایک اہم فریضہ ہے جو سنت کے مطابق بجا لانا ضروری ہے۔جب کوئی شخص اپنا مقدمہ تمہارے پاس لائے تو کامل غوروفکر کے ساتھ اس کی باتیں سنو! اور جب فریقین کی باتیں سننے کے بعد کسی فیصلے پر پہنچ جاؤتو اس کا نفاذ بھی کرو کیونکہ درست فیصلہ کرنے کا اس وقت تک فائدہ نہیں جب تک اس فیصلے کا نفاذ نہ کیا جائے۔ تمام لوگوں کو

اپنے حضور میں اور اپنے انصاف میں برابر رکھو تاکہ کمزور اور غریب آدمی انصاف سے مایوس نہ ہو اور زبردست اور طاقتور کو تم سے کسی رو رعایت کی امید نہ ہو۔جو شخص دعویٰ کرے اس کے ذمے ثبوت بہم پہنچانا ضروری ہے اور جو اپنے خلاف عائد کردہ الزام کی تردید کرے اس پر قسم واجب ہے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے لیکن ایسی صلح جو حلال کو حلا ل رکھےاور حرام کو حرام، ایسی صلح (راضی نامہ) جائز نہیں، جس سے حرام حلال اور حلال حرام ہو جائے۔اگر کوئی شخص اپنے حق کوثابت کرنے کی خاطر فوری طور پر ثبوت مہیا نہ کر سکے تو اسے کچھ عرصہ کی مہلت دو۔اگر اس عرصے میں وہ ثبوت مہیا کردے تو اس کا حق اسے دلا دو لیکن اگر مدت کے اختتام تک وہ ثبوت بہم نہ پہنچائے تو اس کا مقدمہ خارج کر دو، ایسا کرنے سےاتمام حجت بھی ہو جائے گی اور شک بھی دور ہو جائے گا۔اگر تم نے آج کوئی فیصلہ کیا ہے لیکن مزید غوروفکر اور عقل سے کام لینے کے بعد تمہیں وہ فیصلہ غلط معلوم ہو اور حق ظاہر ہو جائے تو پہلے فیصلے سے رجوع کرنے میں تمہیں کوئی امر مانع نہیں ہوناچاہیے کیونکہ حق اپنی جگہ پر قائم ہے، اسے کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور باطل پر اصرار کرنے سے حق کی طرف رجوع کرنابہرحال بہتر ہے۔سب مسلمان قابل اعتبار ہیں سوائے ان اشخاص کے جن کو حد کی سزا میں کوڑے لگائے گئے ہوں یاجنھوں نے جھوٹی گواہی دی ہو یا جن کا نسب مشکوک ہو۔جس مسئلے کے مطابق تمہارے دل میں شبہ پیدا ہو اور کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر خوب غورو فکر کرو پھر اس کی مثالوں اور نظیروں کو دیکھو، اس کے بعد قیاس سے کام لو جو قیاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے زیادہ قریب ہو اس کے مطابق حکم صادر کرو۔تنگدلی کا اظہار نہ کرو، فریقین مقدمہ کو کسی قسم کی تکلیف مت پہنچاؤ، مقدمہ پیش ہونے کے وقت بد خلقی مت دکھاؤ۔اگر مقدمے کا صحیح فیصلہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا بہت بڑا اجر دے گا۔جس شخص کی نیت ٹھیک ہو اور خواہ اسے

اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے خلاف ہی فیصلہ کرنا پڑے لیکن وہ حق و انصاف کے فیصلے پر گامزن رہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہر طرح کفیل ہو گا، لیکن جو شخص جادہ عدل و انصاف سے بھٹک جائے گا اور ایسا فیصلہ کرے گا جس پر خود اس کا دل مطمئن ہونے کو تیار نہ ہو تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صرف اسی صورت میں ثواب کا حقدار ٹھہرائے گا جب وہ اپنے اعمال خلوص نیت کے ساتھ بجا لائیں گے[35]۔"

2۔ **سفارش منع ہے:** اسی طرح لوگوں کے درمیان عدل تب قائم ہو سکتا ہے جب کوئی دباؤ یا سفارش آڑے نہ آئے۔ اسلام نے اچھی بات کیلئے سفارش کو جائز قرار دیا ہے اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ بھی کیا ہے لیکن برے کام کیلئے سفارش کرنے کو منع کیا ہے اور اسے عذاب کا سبب قرار دیا ہے[36]۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ[37]

"جو شخص اپنی سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے نفاذ کو روک دیتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کرتا ہے۔"

صحابی رسول حضرت زبیرؓ کا قول ہے کہ جب حدود کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے پر اور جس کے لئے سفارش کی جائے اس پر لعنت بھیجتا ہے[38]۔

وجہ یہ ہے کہ عدل و انصاف کے قیام میں روڑے اٹکانا یا سفارش کرنا احکام الٰہی کو معطل کرنا اور اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے[39]۔ اسی طرح ایک حدیث کے مطابق سفارش پر ہدیہ وغیرہ قبول کرنا بھی رشوت اور سود کے زمرے میں آتا ہے[40]۔

مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے اور حدیث میں اس کو سحت اور حرام فرمایا ہے[41]۔"

2. سچی گواہی کی تاکید عدل کے لیے صحیح صورت حال کا واضح ہونا انتہائی ضروری ہے اس کے لیے سچی گواہی کلید کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سچی گواہی کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور گواہ کے عادل ہونے کو اتنا ہی ضروری قرار دیا ہے جس قدر حاکم کا عادل ہونا[42]۔

پیغمبر اعظم ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ جب گواہ واقعہ کو سورج کی طرح صاف طور پر دیکھ لے تب گواہی دے ورنہ اس کی جرأت نہ کرے[43]۔

قرآن عظیم کا حکم ہے کہ شہادت محض اللہ تعالیٰ کیلئے درست طریقے پر دینی چاہیے[44]۔

اور گواہ دو افراد ہوں جو انصاف اور سچائی پر عمل کریں[45]۔

تمام مومنوں کو حکم دیا گیا کہ انصاف پر قائم رہ کر محض اللہ کیلئے گواہی دیں اس کے بعد قرآن نے شہادت کی صداقت پر ایسا زور دیا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی قانون میں نہیں ملتی۔ ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا[46]

"شہادت دو انصاف کے ساتھ خواہ یہ تمہاری ذات' تمہارے والدین، تمہارے عزیزوں کے خلاف جائے' دوسرا فریق غنی (سرمایہ دار) ہو یا غریب و محتاج اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے تم گواہی میں دولت مند کی خاطر نہ کرو اور محتاج و فقیر پر ترس نہ کھاؤ بلکہ سچی گواہی دو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو بلکہ بغیر توڑ مروڑ کے پوری پوری گواہی دو۔"

اسی حوالے سے مزید اہم ہدایتیں یہ ہیں:

اَ. جھوٹی شہادت نہ دی جائے، جھوٹی شہادت قابل سزا اور لائق تشہیر ہے، گناہ کبیرہ اور حرام ہے[47]۔

ب. اسلام نے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا[48]۔

ت. گناہ کبیرہ کے مرتکب فاسق وبدکار کی شہادت کو غیر معتبر قرار دیا[49]۔

ث. سزایافتہ (تہمت طراز، چوراور زناکار) شہرت یافتہ، دروغ گو، قانون کی خلاف ورزی کرنے والے مجرم، مذہبی احکام کے مجرم، قاتل، خائن، تہمت سے یا کسی دوسری وجہ سے جرح میں مجروح شدہ گواہ کی گواہی ناقابل قبول ہے[50]۔

ج. باپ، بیٹے، میاں، بیوی، غلام اور آقا کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں ناجائز ہے۔ گویا خونی رشتہ داری، دشمنی اور جانبداری گواہ کو قانونی طور پر نااہل قرار دیتی ہے[51]۔

ح. وعدہ معاف گواہ کی گواہی بھی اس زمرے میں آتی ہے چونکہ سلطانی گواہ شریک جرم ہوتا ہے، ساتھ ہی اس کی گواہی میں اپنے آپ کو بچانے کا ذاتی مفاد شامل ہو جاتا ہے اور وہ غیر جانبدار نہیں رہتا اس لئے اس کی گواہی اپنے رفقائے جرم کے خلاف یکسر ناقابل قبول ٹھہرائی گئی ہے[52]۔

اسی طرح یہ بھی اسلامی ہدایات ہیں:

اَ. گواہی میں تحریف نہ کی جائے[53]۔

ب. گواہی سے پہلو تہی نہ کی جائے [54]۔

ت. گواہی کو چھپایا نہ جائے[55]۔

ث. گواہ کو خریدا نہ جائے[56]۔

ج. گواہ کی عزت کی جائے، کیونکہ اس کی وجہ سے حقوق عامہ زندہ ہیں، گواہ کو نقصان پہنچانا ایک طرح کا جرم ہے[57]۔

کیا دنیا کے کسی مذہب اور نظام میں عدل کے قیام کے لئے اتنی اہم اور تفصیلی ہدایات موجود ہیں؟

3. انصاف کیلئے سب سے اہم بنیاد۔اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کے سامنے جوابدہی کا احساس۔

یاأَيُّهَاالَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہ وَالتَنظُر نَفسَ مَاقَدَّمتَ لِغَد وَاتَّقُوااللہ إِنَّ اللہ خبِيرُ بِمَا تعملون[58]

عدل و انصاف کے قیام کے لئے اسلام اپنے سخت قوانین اور حدود و تعزیرات کے علاوہ اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعےافراد کو جرائم سے باز رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔اس سلسلے میں قرآن مختلف اقوام ماضیہ کے حالات و واقعات اور عذاب اخروی و دینوی کا ذکر کرتا ہے اور ہر انسان کے دل میں اللہ کے قانون عدل کے سامنے جوابدہ اور مسؤل ہونے کا تصور پیدا کرتاہےتا کہ انسان کا ضمیر جاگے اور وہ خود احتسابی کے تحت گناہوں اور جرائم سے بچے۔اس سلسلے میں وہ مندرجہ ذیل تعلیمات دیتا ہے:

1. اللہ رب العالمین جو انسان کا خالق ہے وہ علیم و خبیر ہے انسانوں کے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے[59]۔
2. وساوس نفس سے بھی واقف ہے[60]۔
3. وہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے[61]۔
4. اللہ تعالیٰ کے نگران فرشتے انسان کے ساتھ ہر وقت رہتےہیں اور کوئی لفظ انسان نہیں بولتا مگر فرشتے اس کو ریکارڈ کر لیتے ہیں[62]۔
5. ہر انسان کا اعمالنامہ (تمام زندگی کا ریکارڈ) اس سے کوئی علیحدہ چیز نہیں بلکہ اس کی فطرت کا ایک جزو ہے اور قیامت والے دن وہ نکالا جائے گا[63]۔

6. اور وہ اعمالنامہ ایسی کتاب کی شکل میں ہو گا جس میں انسان کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے افعال و اعمال موجود ہوں گے[64]۔
7. انسان سے اس کے تمام اقوال و افعال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور کوئی شخص حساب و کتاب اور عذاب خداوندی سے بھاگ نہ سکے گا بلکہ چار و نا چار اسے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہو گا[65]۔
8. ساتھ ہی اسلام انسان کو باور کراتا ہے کہ ان خارجی گواہوں کے علاوہ انسان کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف یا اس کے حق میں گواہی دیں گے اور زبان پر مہر کر دی جائے گی[66]۔
9. انسان ذرہ برابر اچھا عمل کرے گا اسے دیکھ لے گا اور انعام پائے گا اور ذرہ برابر برا عمل کرے گا تو بھی دیکھ لے گا اور اس کی سزا پائے گا[67]۔
10. کسی فرد کو دوسرے کے جرم کی سزا نہیں دی جائے گی[68]۔
11. وہاں سفارش، بدلہ' فدیہ اور لاؤ و لشکر کچھ کام نہیں آئیں گے [69]۔
12. انسان کو متنبہ کرنے اور اس کے اندر خوف خدا کا تصور پیدا کرنے کیلئے قرآن عظیم کی تقریباً ہر سورت اور اکثر آیات میں اس طرح کی تعلیمات موجود ہیں[70]۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جن کے ذریعے اسلام انسان کے اندر محاسبہ کا شدید خوف پیدا کر کے اللہ کے نظام عدل کے سامنے جواب دہی کا خوف بٹھاتا ہے اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے ذہن اور قلب و نظر کو تبدیل کرتا ہے۔کیونکہ جبر و تشدد اور قانون صرف ایک حد تک کام کر سکتا ہے' لیکن اندر، باہر، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو چیز موثر ثابت ہو سکتی ہے وہ خوف خدا اور ایسی ہستی کی پکڑ کا تصور ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتی ہے۔

اسلام اس تصور کو تقوی اللہ کا نام دیتا ہے اور یہ تقوی اللہ نظام عدل کے حقیقی قیام کی بنیاد ہے۔اس تقوی اللہ کی جھلک دور صحابہ اور تابعین کے حکام و ذمہ داران میں نظر آتی تھی جس کی وجہ سے وہ مخلوق خدا کے ساتھ برتاؤ میں انتہائی درجہ کے محتاط اور اعلیٰ قسم کے عدل و انصاف پر گامزن تھے۔ایک مرتبہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ساری رات مصلّی پر بیٹھے روتے رہے صبح کو زوجہ محترمہ نے اس غیر معمولی رنج و غم کا حال دریافت کیا تو فرمایا:

"میں نے پوری امت کی ذمہ داری لی ہے اس میں ہر قسم کے لوگ ہیں مثلاً بھوکے، فقیر، بے سہارا مریض، بے سرو سامان مجاہد ، بے بس مظلوم، غریب قیدی، نہایت بوڑھے، کثیر العیال جن کے پاس مال کم ہے۔اس طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے دوسرے ضرورت مند ،قیامت کے دن ان سب کے بارے میں مجھ سے بازپرس ہو گی اور رسول اللہ ؐ ان کے بارے میں مجھ سے ضرور جھگڑیں گے۔سو میں ڈر رہا ہوں کہ اس وقت اللہ کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکوں گا اور نہ محمد ﷺ کے سامنے کوئی حجت لا سکوں گا تو یہ رنج و غم اسی خوف کی وجہ سے ہے[71]۔"

اسلام کے عدل اجتماعی کے خصائص و امتیازات

قوانین عدل کا منبع خود خالق کائنات ہے:

اور یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اسلام ہی میں عدل اجتماعی ہے اس لئے اسلام وہ دین حق ہے جو خالق کائنات نے انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور انسانوں کے درمیان عدل قائم کرنا اور طے کرنا کہ ان کے لئے کیا چیز عدل ہے اور کیا عدل نہیں انسانوں کے خالق و رب ہی کا کام ہے، دوسرا کوئی نہ اس کا مجاز ہے کہ عدل و ظلم کا معیار تجویز کرے اور نہ دوسرے کسی میں یہ اہلیت پائی جاتی ہے کہ حقیقی عدل قائم کر سکے۔انسان خواہ کتنے ہی بلند مرتبے کا ہو اور خواہ ایک انسان نہیں بہت سے ذہین و فطین انسان مل کر بھی انسانوں کے لئے کوئی نظام عدل بنائیں تو بہرحال

انسانی ذہن کی محدودیت اور عقل انسانی کی کوتاہی و نارسائی اور انسانی عقل کی خواہشات اور تعصبات کی دستبرد سے کسی حال میں بھی مفر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ انسان وحی کی روشنی کے بغیر اپنے لئے کوئی ایسا نظام بنا سکے جو درحقیقت عدل پر مبنی ہو انسان کے بنائے ہوئے نظام میں ابتداءًا بظاہر کیسے ہی عدل نظر آئے، بہت عملی تجربہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ فی الحقیقت اس میں عدل نہیں ہے۔اسی وجہ سے ہر انسانی نظام کچھ مدت تک چلنے کے بعد ناقص ثابت ہو جاتا ہے اور انسان اس سے بیزار ہو کر ایک دوسرے تجربے کی طرف پیش قدمی کرنے لگتا ہے[72]۔

سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔مولانا مودودی اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

"یہ دو باتیں کہ اسلام میں ہی عدل اجتماعی ہے اور عدل ہی اسلام کا مقصود ہے ان سے اگر انسان غافل نہ ہو تو وہ کبھی عدالت اجتماعی کی تلاش میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسرے مآخذ کی طرف توجہ کرنے کی غلطی نہیں کر سکتا،جس لمحے اس کو عدل کی ضرورت کا احساس ہو گا اسی لمحے اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی کے پاس نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ بھی جان لے گا کہ عدل قائم کرنے کے لئے اس کے سوا کچھ کرنا نہیں ہے کہ اسلام پورے کا پورا بلا کم و کاست قائم کر دیا جائے عدل اسلام سے الگ کسی چیز کا نام نہیں ہے اسلام خود عدل ہے، اس کا قائم ہونا اور عدل کا قائم ہونا ایک ہی چیز ہے[73]۔"

معاشی امور اور معاملات میں عدل

فرد اور اجتماع یا جماعت میں اسلام نے زبردست توازن و اعتدال قائم کیا ہے۔اسلام میں کسی شخص یا گروہ یا دوسری قوت کو یہ مقام حاصل نہیں کہ وہ عدل یا عدل اجتماعی کے لئے کوئی ضابطہ بنائے۔اسلام نے بندوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں بہترین قوانین دیئے ہیں فرد کی آزادی کے

لئے اسلام نے کچھ حدود مقرر کی ہیں اس کے لئے کون کون سے افعال جائز ہیں اور کون سے ناجائز اور دوسروں کے اس پر کیا حقوق ہیں، کمائی کے کون سے ذرائع حلال اور کون سے حرام ہیں، فرد کی بھلائی کے لئے معاشرہ پر کیا حقوق ہیں اور معاشرے کی بھلائی کے لئے فرد پر کیا حقوق ہیں ، ا ن سب میں ایک ایسا توازن قائم کیا گیا ہے کہ نہ فرد کو وہ آزادی دی گئی کہ وہ معاشرے کو نقصان پہنچا سکے اور نہ معاشرے کو یہ اختیار دیا گیا کہ فرد سے اس کی آزادی سلب کرے[74]۔"

اگرچہ انفرادی ملکیت کی اجازت دیتا ہے لیکن ایسے اصول عطا کرتا ہے جس پر عمل کرنے سے سرمایہ داری کو پنپنے کا موقع نہیں ملتا۔دولت کمانے کے ذرائع پر حلال وحرام اور جائز و ناجائز کی تمیز قائم کر کے آمدنی کے ان تمام طریقوں کو روک دیتا ہے جن کے ذریعے ایک آدمی بلا محنت و مشقت کروڑ پتی بن جاتا ہے۔ سود اور سودی کاروبار جو کہ سرمایہ دارانہ نظام کی ریڑھ کی ہڈی (Back bone) ہے اسے حرام ٹھہراتا ہے اور سودی لین دین کرنے والوں سے جنگ کا اعلان کرتا ہے[75]۔آنحضور ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ سے سود کی اتنی کثرت سے شناعت و قباحت بیان فرمائی کہ ایک حقیقی اسلامی معاشرے میں اس کا وجود قائم نہیں رہ سکتا[76]۔

اس کے علاوہ جوئے و سٹے کی ممانعت،ذخیرہ اندوزی، چوربازاری، ناجائز منافع خوری، ناپ تول میں کمی ا ور لاٹری کو حرام قرار دے کر سرمایہ داری پر کاری ضرب لگائی ہے۔اسی طرح اسلام جائز اور حلال ذرائع سے کمائی ہوئی دولت پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے کہ معاشی خوشحالی چند آدمیوں کامقدر نہ بنے بلکہ سوسائٹی کے دوسرے افراد اور طبقات کو بھی اس سے حصہ وافر ملتا رہے۔اسلام نے زکوۃ و عشر کا نظام وضع کیا جس کے تحت مال و دولت اغنیاء سے وصول کر کے فقراء اور غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔اس نظام کے تحت اسلامی معاشرے میں ہر شخص کی بنیادی

ضرورتوں کی کفالت کا انتظام موجود ہے۔عشر و زکوۃ تو فرض ہے لیکن اس کے علاوہ خیرات،صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کرتا ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَفِی أَموَالِهِم حَقٌ لِلسَائِلِ وَالمحرُوم[77]

"ان (امراء) کے مالوں میں سائلوں اور دولت سے محروموں کا حق ہے۔"

مالِ فے کی تقسیم کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

کَی لَا یَکُون دُولَةً بَینَ الأَغنِیَاءِ مِنکُم[78]

اسلام میں تقسیم وراثت کے احکامات بھی اسی غرض کے لئے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ جس شخص کے پاس قوت و طاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیے کہ وہ فاضل سامان کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان خوردونوش اپنی حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ وہ نادار اور حاجت مند کو دے دے۔ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے[79]۔

حضرت ابوعبیدہ اور تین سو صحابہ کرام ؓ سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقع پر ان کا سامان خوردونوش ختم ہونے کے قریب آ لگا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کریں اور پھر سب کو جمع کرکے ان سب میں تقسیم کرکے ان سب کی قوت لایموت (Sustenance for Survival) کا سامان کر دیا[80]۔

حضرت علیؓ نے یہ بھی حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لئے کہ اہل ثروت

اپنا حق ادا نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی بازپرس کرے گا اور اس کوتاہی پر اس کو عذاب دے گا[81]۔

یہ اوراس قسم کی دوسری احادیث اورآیات قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے مشہور محدث ابن حزم ظاہری یہ مسئلہ تحریرفرماتے ہیں:

> "اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال اور اگر بیت المال کی آمدنی ان غرباء کی معاشی کفالت کو پورا نہ کرتی ہو تو سلطان امیر ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لئے مجبور کرسکتا ہے (یعنی ان کے زائد مال سے بجبر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور ان کی زندگی کے اسباب کے لئے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو ، پہننے کے لئے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لئے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھے[82]۔"

اسلامی نظام کفالت اور عدل اجتماعی یہاں تک محتاط ہے کہ بقول حضرت عمرؓ کہ اگر نہر کے کنارے خارشی بکری اس حال میں مر جائے کہ اس پر (بطور علاج) تیل کی مالش نہ ہو تو ڈر ہے کہ قیامت کے دن عمر سے اس کی بازپرس ہو گی[83]۔

قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سناتے ہوئے اسلام کے قیام عدل کی ذمہ داری حضرت عمرنے اس طرح بیان کی:

> "مجھے تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کی فکر ہے۔خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں کہ تمہیں غلام بنا رکھوں بلکہ اللہ کا غلام ہوں پس حکمرانی کی امانت میرے سپرد ہے۔اگر میں اس کو امانت سمجھ کر تمہیں واپس کر دوں اور خدمت کے لئے تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھاؤ پیو تو میں اس (حکمرانی) کے ذریعے فلاح پاؤں گا اور اس کو

اپنی ذاتی ملکیت سمجھوں اور (مطالبہ حقوق کے لئے) اپنے پیچھے پیچھے چلاؤں اور گھر آنے پر مجبور کروں تو میرا انجام خراب ہو گا[84]۔"

غیر مسلموں کی معاشی کفالت میں عدل و انصاف

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج' میں ایک جلیل القدر صحابی کی زبان سے یہ اصول بیان کیا ہے:

"خدا کی قسم ہم نے اس سے انصاف نہیں کیا اگر جوانی میں اس سے فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔حضرت عمرؓ نے ایک یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا اور فرمایا:هذامِنمَسَاكِينأَهلالكتاب[85] کہ یہ اہل کتاب کا مسکین ہے۔"

اس لئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کے غیر مسلموں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ صراحت موجود تھی کہ جو شخص بوڑھا ہو جائے یا کسی آفت کا شکار ہو جائے یا جو مفلس ہو جائے اس سے جزیہ وصول کرنے کے بجائے مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کی جائے گی[86]۔

مختصراً اسلام کی یہ وہ تعلیمات ہیں جن کے ذریعے معاشرے میں عدل و انصاف اور اجتماعی کفالت کا نظام اپنے عروج کو پہنچتا ہے۔اسی طرح اسلام ایسے قوانین دیتا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے ہیں اور ان کے ذریعے انفرادی و اجتماعی ، سیاسی و معاشرتی، تمدنی و معاشی، دیوانی و فوجداری، ملی اور بین الاقوامی ہر پہلو کی اصلاح کر کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں عدل و انصاف اور مساوات کا دور دورہ کرتے ہیں۔

اسلام کے نظام حکومت میں عدل و انصاف

اسلام چونکہ عدل و انصاف کا سرچشمہ اللہ کی ذات کو قرار دیتا ہے اور اس سرچشمے سے پیدا ہونے والے قوانین کا نفاذ مسلمانوں کی جماعت کے سپرد کرتا ہے

چنانچہ اسلام میں نظام قضا یا عدل و انصاف کو اہم ترین انسانی فرائض میں شامل کرتے ہوئے اسے مملکت اسلامیہ کا اولین فرض قرار دیتا ہے۔ اسلام نے عدل و انصاف کی اسی اہمیت اور عظمت کو جا بجا بیان کیا ہے۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذمے ایک طرف تبلیغ کا فریضہ لگایا تو دوسری طرف ان کو حکم دیا کہ وہ قضا کا حق بھی ادا کریں، چنانچہ داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

یا داود إنا جعلنک خلیفة فی الأرض فاحکم بین الناس بالحق[87]

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا آپ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ حکومت کریں۔"

نبی پاک ﷺ کو بھی یہ فرمایا اے نبی ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو[88]۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

سایہ الٰہی میں سب سے پہلے وہ لوگ جائیں گے جو اپنا حق ملنے پر اسے قبول کر لیتے ہیں اور دوسروں کا حق بخوشی دے دیتے ہیں اور فرمایا اللہ تعالی کے نزدیک محبوب لوگوں میں عادل حکام ہیں او ر قیامت میں مبغوض اور سخت عذاب والے ظالم حکمران ہیں۔ اسی طرح فرمایا: کہ منصف اور عادل حاکم خدا کے بہت قریب ہوں گے اور یہ بھی فرمایا عدل و انصاف کرنے والے حاکم قیامت کے دن نور کے ممبروں پر ہوں گے اور یہ ممبر رحمان کے داہنی جانب قائم ہوں گے[89] اور یہ بھی فرمایا کہ سات شخصوں کو اللہ تعالی اپنے عرش کے سایے میں رکھے گا ان سات میں سے امام عادل کو مقدم فرمایا ہے[90]۔

اسلام عدل و انصاف کو ہر شہری کا بنیادی حق قرار دیتا ہے اور یہ بات اسلامی عدل کے منافی ہے کہ عدل کے حصول میں عوام کو کوئی مانع ہو یا اس میں

تاخیر ہو۔ اسلام مقدمات میں فیصلے کا قائل ہے اور انصاف میں تاخیر کو برا سمجھتا ہے۔ اسی نظام عدل کی نفاذ کے لئے اسلام ایک مفید عادلانہ عدالتی نظام وضع کرتا ہے[91]۔

اسلام کے ا س نظام عدل کی بنیاد عہد نبوت میں پڑ چکی تھی اور پھر بعد میں خلفائے راشدین کے دور میں نہ صرف آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں قائم شدہ نظام عدل پوری آب و تاب کے ساتھ برقرار رہا بلکہ اس میں بے شمار اضافے بھی ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے نظام عدل و انصاف میں بہترین اضافے کیئے۔ نظام عدل کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہوئے عدالت کو ایک جداگانہ محکمہ قرار دیا اور مملکت کو مختلف صوبوں میں تقسیم کرکے ہر ضلعی مقام پر عدالتیں قائم کیں جہاں قاضیوں کا تقرر کیا گیا اور قاضیوں کے تقرر کے وقت ان کو ایسی ہدایات دی جاتی تھیں تاکہ وہ ان کی روشنی میں عدل و انصاف کا دامن تھام سکیں۔ رشوت یا ناجائز وسائل آمدنی کے سدباب کے لئے آپ نے قاضیوں کو گراں قدر مشاہرات (salaries) سے نوازا۔ قاضی کو تجارت کرنے کی ممانعت کی گئی([92]) بعض دفعہ خود خلیفہ وقت فریق بن کر امتحان کی خاطر عدالت میں جاتے ، (جیسے ایک دفعہ ابی ابن کعب سے حضرت عمر کا کچھ نزاع ہوا، زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس عدالت میں گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ پہلی نا انصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی ہے یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے)[93]۔

عدالت کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوتے تھے، امیر و غریب کا امتیاز مٹ چکا تھا اور عدل و انصاف کا ایسا نظام قائم کیا کہ غیر مسلم بھی پکار اٹھے کہ اسی عدل کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں[94]۔

حضرت عمرؓ و علیؓ کا ایک واقعہ اسلام کے نظام عدل اور مساوات کو بطریق احسن بیان کرتا ہے:

"حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے تھے، دوستانہ سلسلہ کلام جاری تھا کہ ایک یہودی آیا، کہا علیؓ پر دعویٰ کرنے آیا ہوں امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا، ابو الحسن سامنے کھڑے ہو کر جوابدہی کرو، مرتضیٰ اٹھے دیکھا گیا کہ اس وقت ان کے چہرے پر بل تھا۔ دعویٰ سنایا گیا ، فیصلہ کر دیا گیا۔ مدعی جھوٹا تھا وہ چلا گیا تو پھر وہی سلسلہ کلام شروع ہو گیا ، فاروقؓ نے کہا کہ میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ علیؓ نے فرمایا ضرور پوچھو، کہا جب آپ کو سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا تو اس وقت آپ چیں بہ جبیں کیوں ہوئے تھے، کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑا ہونے کو برا سمجھا تھا، فرمایا نہیں ، نہیں یہ بات نہیں، آپ کو یاد ہے آپ نے ابوالحسن کہہ کر کھڑا ہونے کو کہا تھا، کنیت سے پکارنا نشان عزت ہے میرا خیال ادھر گیا کہ مبادا یہودی کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ (حضرت علیؓ)کا خاص لحاظ ہے اس لئے مدعی کے مقابلے میں اسے بالفاظ عزت مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھ لیتا تو ہماری عدالت یعنی اسلامی عدالت پر دھبہ لگتا[95]۔"

اسلام کے ہمہ گیر عدل اجتماعی کی یہ مختصر سی جھلک گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی ، اگر ایسا عدل اجتماعی آج قائم ہوتا تو دنیا میں موجودہ بے چینی و بد امنی، افراتفری ، قتل و غارت، دہشت گردی اور ظلم نہ ہوتا کیونکہ عدل کی وجہ سے سب لوگوں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ، انصاف کا حصول ہر ایک کے لئے ممکن ہوتا اور کسی پر ظلم نہ ہوتا تو نتیجتاً انفرادی اور جتماعی سطح پر لڑائی جھگڑے اور فساد فی الارض نہ ہوتا، اس لئے تو کہا ہے کہ کفر کے ساتھ ملک قائم رہ سکتا ہے لیکن ظلم (عدم انصاف) سے نہیں[96] کیونکہ اس سے انسانی لیول (human level) میں بگاڑ کے علاوہ کائناتی نظام سے بھی تصادم آتا ہے جو خلاف قانون خداوندی ہے:

ولن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويلا

یعنی خدا کا قانون اٹل ہے، کل بھی وہی تھا اور آج بھی وہی ہے ، جو قوم و ملک اور معاشرہ خدا کی اس عظیم کائناتی سکیم (Cosmological Scheme Grand) کے مطابق چلے گا اور اس کے ساتھ harmony کے ساتھ رہے گا تو وہی انفرادی و اجتماعی تمام سطحوں پر کامیاب و کامران ہو گا، فلاح و خوشحالی اس قوم و ملک اور معاشرے کا مقدر ہو گی کیونکہ وہ خدا کی صفت عدل و قسط کا مظہر ہو گا، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر خدائے عظیم کی عظیم سکیم عدل و انصاف میں فٹ نہیں بیٹھتا تو تباہی و بربادی اور صفحہ ہستی سے مٹ جانا ہی اس کا مقدر ہے۔تاریخ کے اوراق اور قرآنی قصص و واقعات اس پر شاہد عادل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس نظام عدل و قسط کو اتنا جامع اور ہمہ گیر بنا دیا کہ اپنوں اور پرایوں یعنی مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید روا نہیں رکھی بلکہ بے لاگ عدل و انصاف کا حکم دیا۔حالت امن کے ساتھ ساتھ حالت جنگ میں بھی ظلم اور ناانصافی کی ہر شکل کو ممنوع قرار دیا بلکہ اسلامی جنگ کی اصل غرض و غایت ہی مذہبی آزادی کو یقینی بنانا اور دنیا میں اسلام کے عادلانہ قوانین اور محکم نظام کو قائم کرنا فرمایا ہے۔اسلام میں جنگ نظریہ ضرورت کے تحت ، قانون عدل اور احترام انسانیت کے تابع ہے۔اسلامی جنگ ظلم کے خاتمے، مظلوموں کی حمایت او ر بنیادی حقوق کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے[97]۔

عام طور پر دنیا کی جنگوں میں کوئی ضابطہ اخلاق نہیں ہوتا بلکہ جنگ میں ہر چیز جائز سمجھتی جاتی ہے لیکن اسلامی جہاد (قتال) نفسانیت یا توسیع پسندی کے لئے نہیں، اس لئے جنگ کے دوران بھی اخلاقی قدروں کے لحاظ کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم سے منع کرتے ہوئے عدل و انصاف کا حکم دیا۔

وقاتلو فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم

میں کہا کہ جو تم سے لڑے ان سے لڑو لیکن ساتھ خصوصی طور پر یہ ہدایت دی:

"ولا تعتدوا إن الله لا یحب المعتدین[98]" حد سے نہ بڑھو، زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

یعنی معاملہ مسلمانوں سے لڑنے والوں کا ہے اور رب العالمین عادل مطلق اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی زیادتی ، نا انصافی اور ظلم کو جائز قرار نہیں دیتا بلکہ کہا جاتا ہے:

ولا تعتدوازیادتی نہ کرو بلکہ انصاف کرووأقسطوا ان الله یحب المقسطین[99]

مسلمانوں کا اپنے دشمنوں کے ساتھ دوران جنگ عدل و انصاف کا ایک بہترین یادگار واقعہ ملاحظہ ہو:

"جب مسلمان فاتح و قائد قتیبہ بن مسلم باہلی سمر قند میں اس کے باشندوں کو اسلام یا عہد و پیمان یا جنگ کا اختیار دیئے بغیر داخل ہوا تو اہل ثمر قند نے خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس پیغام بھیجا اور اس سے شکایت کی کہ قتیبہ نے انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں دیا اگر وہ اختیار دیتے تو وہ کسی چیز کا انتخاب ضروری کرتے۔اس پر خلیفہ راشد نے وہاں کے مسلمان قاضی (جج)کو پیغام بھیجا اور اس سے فرمایا کہ جوں ہی میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے قتیبہ اور محاربین (برسر جنگ کفار) کو سامنے بٹھا کر ان سے حقیقت حال دریافت کرو، اگر اہل ثمر قند کی شکایت درست ثابت ہو تو لشکراسلام کو حکم دو کہ وہ یہ علاقہ خالی کر دے۔قاضی نے اس مسئلے کی تحقیق کی اور یہ ثابت ہو گیا کہ قتیبہ ابن مسلم نے فی الواقع انہیں یہ اختیار نہیں دیا تھا۔ قاضی نے فیصلہ صادر کیا کہ مسلمانوں کا لشکر ثمر قند کو خالی کر دے، اور اہل ثمر قند کو اختیار دیا جائے، چاہیں تو وہ اسلام قبول کر لیں، یا عہد و پیمان کر لیں، یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں، چنانچہ لشکر شہر سے باہر نکل گیا۔اس کے بعد اس کے باشندے معاہدہ کرنے پر رضامند ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے[100]۔"

کیا یہ حیرت انگیز رویہ عدل کامل کا اعلیٰ نمونہ نہیں ہے؟کہ مسلمانوں کا قاضی برسرجنگ کفار کو مسلمانوں کے سپہ سالار سے انصاف دلاتا ہے، پھر وہ لشکر اسلام کو شہر خالی کرنے کا حکم دیتا ہے۔پھر مقامی باشندوں کو اسلام قبول کرنے یا معاہدہ کرنے یا جنگ کرنے کا اختیار دیتا ہے۔یہ ہیں اسلام کی حالت صلح و جنگ میں عدل و انصاف پر مبنی تعلیمات کیا آج کے اس تہذیب و تمدن اور قانون بین الممالک (Law International) کے دور میں ایسی مثال ملنا ممکن ہے؟

عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت

اس وقت انسانیت کی نصح و خیر خواہی پر مبنی ایسی عادلانہ اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے لانے کی ضرورت ہے کیونکہ اس وقت دنیا کے بڑے بڑے سکالر ز اور اعلیٰ درجے کے سائنسدان اورIntellectualsجیسے:سٹیفن ہاکنگ، رچرڈ ڈاکنزاور کارل ساگان[101] (Stephen Hawking, Richard Dawkins, Carl Sagan,etc وغیر مسئلہ خیر و شر(The Problem of Evil in the world) اور اس جیسے اور مسائل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے نفس مذہب کو ایک واہمہ قرار دے کر کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یعنی رب العالمین کوDelusionکہا ہے[102]۔

ان شکوک کی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک وجہ ان کا اسلام کے نظام عد ل و انصاف کو نہ سمجھنا اوراسے عیسا ئیت کے تناظر میں دیکھنا ہے چنانچہ اس وقت ایک دفعہ پھر نظریاتی و تصوراتی سطح پر اسلام کے فطری نظام عدل اجتماعی (Social Justice Natural System of Islam کو سمجھانے کے ساتھ عملی طور پر اسلام کے نظام عدل کو اپنی حقیقی سپرٹ کے ساتھ دنیا کو دکھانا ہو گا۔اگر گاندھی جی اپنے وزراء کو ابو بکرؓ و عمرؓ کی مثال حکمرانی اور طرز عدل و انصاف کو سامنے رکھ کر حکومت کرنے کا کہہ سکتے ہیں[103]توستاون ممالک سے زیادہ پر مشتمل مسلم امہ کیا ا پنا ایک اجتماعی نظام عدل و انصاف بنا کر دنیا کے سامنے پیش

نہیں کر سکتی۔کیا امت وسط کا یہی مفہوم نہیں کہ وہ عدل و انصاف کو دنیا میں افراط و تفریط کے بغیر قائم کرکے شہداء علی الناس کا عظیم خدائی لقب اپنائے[104]۔

کیاکُنْتُمْ خَيْرَأُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[105]کے مطابق دنیا میں صرف نظریاتی طور پرعدل و انصاف اور خیر کے قیام کے دکھانے کا کہا گیا ہے یا عدل و قسط کے نظام کو عملی طور پر نافذ کرنے کی پرزور تاکید ہے؟

کیالِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه[106]میں سارے ادیان اور نظام ہائے ظلم و عدوان پر اسلام کے نظام الھدیٰ(سراپا رہنمائی و روشنی) اور حق و انصاف پر مبنی الدین الحق کودنیا میں رائج و غالب کرنے کا نہیں کہاگیا؟

کیا حضور ﷺ اور صحابہ کا اسوہ اس پر شاہد عادل نہیں کہ انھوں نے حقیقی معنوں میں اسلام کے نظام عدل و قسط کو عملی طور پر دنیا میں نافذ کرکے دکھا دیا اور ہم پر ا تما م حجت کر دی کہ ایسا کرناممکن ہے اور ایک بارپھر عالمی سطح پرایسا ہو کر رہے گا۔رسول کریم ﷺ الصادق و المصدوق کے ارشادات اس پر گواہ ہیں[107]۔

کاش امت مسلمہ بھی اس وقت پورے کرہ ارض کے باسیوں اور مظلوموں کو صحابہ کی طرح کہہ سکتی:

> أللہ ابعثنا لنخرج الناس من شاء من عبا دہ العباد إلی عبادہ اللہ و من ضیق الدنیا إلیٰ وسعة الآخرہ ومن جورالأد یان إلی عدل الإسلام[108]
>
> "اللہ نے ہمیں بھیجا ہے تا کہ وہ جسے چاہے ہم اس کوبندوں کی بندگی سے نکال کراللہ کی بندگی میں داخل کریں، دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف لائیں اور ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لائیں۔"

نتائج بحث

اسلام سلامتی امن وامان ،عدل اورانصاف پرمبنی دین ہے۔عدل ا ورانصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اورخلفائے راشدین نے عملی طورپر قائم کیاہواتھا۔اسلامی تاریخ اس بات پرشاہدہے کہ

آپس میں مسلمانوں میں اختلافات لڑائیاں جھگڑے ایک حقیقت ہے لیکن کسی غیر مسلم کے ساتھ یہ امراء اور خلفاء انتہائی عدل سے پیش آئے ہیں۔اسلام کے عدل اور انصاف پر مستشرقین بھی اعتراف کرتے ہیں۔جہاد میں بھی مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ عدل اور انصاف سے پیش آنے کا حکم ہے۔اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے، قیامت تک قائم اور دائم رہیگا کیونکہ اسلام کی اصل روح عدل اجتماعی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات: ۲۳، ۱۲، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ۱۹۹۰ء

2 ڈاکٹر عبدالحمید احمد ابو سلیمان، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات: ۲۷، منظر وپس منظر، فینس بکس، لاہور، ۱۹۹۱ء

3 ایضاً: ۲۸

4 FuKuyama, F. The End of History and the Last Man , New York: The Free Press,1992, P.311.

5 Dr. Basit Bilal Koshal: Islam and Post-Modern Possibilities in The Quranic Horizons Lahore: Markazi Anjuman khudamul Quran,vol.5,no.2,3 & April-September,2000,p.42

6 Nedzad Basic & Anwar H.siddiqui: Rethinking Global Terrorism Islamabad:
International Islamic University, 2009, .p.251.

Only 20 percent of the world population is spending mor than 86 percent of the total world resources, while only five percent of the richest nations of the world are absorbing 82 percent of all the beneficiaries of the total world commerce. A few hundred of the richest people of the planet today dispose wealth that is greator than 2.5 billions of poor possess...less than 500 richest people in the world control bigger wealth than the whole

gross products of the poorest nations of the world...the difference between richest and poorest has grown from 3 times in 1820 to72 times in 1992. (1999 Human Development Report, United Nations Development Programm.

7 Allamah M.T.Jaferi The Mystery of Life: (Tehran: Allama Jaferi Institute ,(2005), P 15.

8 سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی: ۱۸۸، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

9 ایضاً: ۱۸۹

10 ڈاکٹر نور محمد غفاری، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی: ۲۷۹، مکتبہ ابوذر غفاری G-6/1 اسلام آباد

11 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاری، صحیح البخاری، بَابُ رَحْمَةِ النَّاسِ وَالبَهَائِمِ، دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ

12 امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن ۲: ۶۷۶، اہل حدیث اکادمی، لاہور

13 مولانا حامد انصاری، اسلام کا نظام حکومت: ۳۸۶، الفیصل پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور

14 علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی، عمدۃ القاری شرح البخاری ۱۰: ۳۷۵

15 Nedzad Basic & Anwar H.siddiqui: Rethinking Global Terrorism ,Islamabad: International Islamic University, 2009, .p.55-56.

16 Nedzad Basic and Anwar hussain Siddique (ed) Rethinking global Terrorism, Islamabad,International Islamic University, P.55-56

17 Dr.Anis Ahmed:Global Peace and Justice :An Islamic Perspective, in Muslim
Challenges of Globalization,IPS, Islamabad, 2009)P.167

18 Seyyed Hossain Nasr; the Heart of Islam: Enduring Values for Humanity, Lahore: Suhail Academy, 2000.P.239-244.

19 مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۳۸۹:۵-۳۹۰، فرید بک ڈپو دہلی

20ڈاکٹر محسن عثمان ندوی، دین کا متوازن تصور: ۱۷، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۹ء

21سورۃالحدید۲۵:۵۷، ظلم پر آیات کی تفصیل کے لئے دیکھیں: ظلم اور اس کا انجام، سید عبدالصبور طارق

22سورۃالشوریٰ۴۲: ۱۵

23 عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف۳: ۱۱۷، دار الکتب العلمیہ — بیروت، ۱۴۱۷ھ

24علامہ جلال الدین دوانی کی کتاب، اخلاق جلالی: ۱۷۲، بحوالہ ظلم اور اس کا انجام، سید عبدالصبور طارق

25سورۃالمائدہ۵: ۸

26سورۃالنساء۴: ۵۸، ۱۰۵

27سورۃالأنعام۶: ۱۵۲

28سورۃالنساء۴: ۱۳۵

29 صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع ۲: ۱۰۰۳ قدیمی کتب خانہ، کراچی

30امام ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۱۶، الطبعۃ السلفیہ، مصر، ۱۳۵۲ھ

31 صحیح البخاری، بَابٌ: مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۱: ۱۲

32 أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین ۴: ۳۵۶، الرقم الحدیث ۷۹۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۶۰ء

33طبری، بحوالہ اسلام کے بین الاقوامی اصول، تصورات: ۴۳

34 محمود بن محمد بن عرنوس، اسلام کا نظام عدل وانصاف: ۲۷-۲۸، مشتاق بک کارنر، لاہور

35ایضاً: ۲۷-۲۸

36سورۃالنساء۴: ۸۵

37 أبو داود سلیمان بن الأشعث، سنن أبی داود، بَابٌ فِيمَنْ يُعِينُ عَلَى خُصُومَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَمْرَهَا۳: ۳۰۵، المکتبہ العصریہ، صیدا — بیروت

38 مؤطاامام مالک، کتاب الحدود، باب ترک الشفاع السارق اذا بلغ السلطان فلعن اللہ الشافع والمشفع ۲: ۴۰۵، نور محمد کتب خانہ کراچی

39ابوداؤد، بحوالہ اسلام اور رشوت، خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان: ۹۳، مکتبۃ الحسن، لاہور، ۱۹۸۳ء

40 أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام، المصنف۸: ۱۴۷، رقم الحدیث ۱۴۶۶۵، المجلس العلمی-الہند، المکتب الإسلامی۔ بیروت، ۱۴۰۳ھ

41 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۲: ۵۰۰، ادارۃ المعارف، کراچی

42 قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری (اردو ترجمہ)۲: ۱۲۴-۱۲۵، دارالاشاعت، کراچی

43 ایضاً

44 سورۃ الطلاق ۶۵: ۲

45 سورۃ الطلاق

46 سورۃ النساء ۴: ۱۳۵

47 المبسوط السرخسی ۱۶: ۱۴۵، بحوالہ اسلام میں جرم و سزا: ۳۶۳-۳۶۴، ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

48 اسی طرح ایک حدیث میں جھوٹی گواہی کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے:

فقال عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله ثلث مرّات ثمّ قراء فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور"

آپؐ نے فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر قرار دی گئی ہے۔ یہ بات آپؐ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی بت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔ مولانا محمد منظور نعمانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی اپنی گندگی میں اللہ کی ناراضگی اور لعنت کا باعث ہونے میں شرک باللہ کے ساتھ جوڑ دی گئی ہے۔"

(معارف الحدیث ۲: ۲۶۵-۲۶۶، مولانا محمد منظور نعمانی، دارالاشاعت، کراچی)

49 مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت: ۳۹۷، الفیصل پبلی شنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور

50 تفسیر مظہری ۲: ۱۳۲

51 ایضاً ۲: ۳۹۷

52 دیکھیں تفصیل کیلئے یحییٰ بختیار کا مضمون، وعدہ معاف گواہ کی شہادت، روزنامہ مشرق، ۱۹۹۹ء

53 مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت: ۳۹۷

54 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸۳

55 سورۃالبقرۃ۲: ۲۸۴

56اسلام کا نظام حکمرانی: ۳۹۷

57سورۃالبقرۃ۲: ۲۸۳

58سورۃالحشر۵۹: ۱۸

59سورۃالحدید۵۷: ٦

60سورۃقٓ۵۰: ١٦

61سورۃالحدید۵۷: ۴

62سورۃقٓ۵۰: ۱۸۔۔۔سورۃالانفطار۸۲: ۱۰-۱۱

63سورۃبنی اسرائیل۱۵: ۱۳

64سورۃالکہف۱۸: ۴۹

65سورۃالانفطار۸۲: ١٦

66سورۃیٰسین۳٦: ٦۵۔۔۔سورۃبنی اسرائیل۱۵: ۳٦

67سورۃالزلزال۹۹: ۷-۸

68سورۃبنی اسرائیل۱۵: ۱۵

69سورۃالبقرۃ۲: ۱۲۳

70 مولاناحفظ الرحمن سیوہاروی، کتاب الخراج بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام: ۱۰۲

71ایضاً

72مولاناسید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست: ۴۹٦، اسلامک پبلیکیشنزلاہور، ۲۰۱۲ء

73ایضاً، بتغیر لفظی

74ایضاً: ۵۰۳-۵۰۴، باب بتغیر لفظی

75سورۃالبقرہ۲: ۲۷۹

76مشکوۃ، باب الربا: ۲٦۵، المطبتہ العربیہ، انارکلی لاہور

77سورۃالذاریات۵۱: ۱۹۔۔۔سورۃالمعارج۷۰: ۲۵

78سورۃالحشر۵۹: ۷

79مولاناسعیدالرحمن علوی، اسلامی حکومت کا فلاحی تصور: ۹۲-۹۳، لاہور مکتبہ جمال، ۲۰۰۳ء

80ایضاً

81ایضاً

82ایضاً

83 ابن قیم، الطرق الحکمیہ: ۲۶۲۔بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل: ۲۳۹، مولانا تقی امینی، قدیمی کتب خانہ ، کراچی

84 مولانا تقی امینی، بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل: ۲۳۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

85کتاب الخراج، بحوالہ اسلامی نظریہ حیات پروفیسر خورشید احمد: ۴۹۸

86ایضاً:۲۶

87سورۃ ص۲۶:۳۸

88 سورۃ النساء۴: ۱۰۴

89مولانا امیر الدین مہر، مولانا فضل ربی (مدیر) خطبات جمعہ، وزارت مذہبی امور اسلام آباد حکومت پاکستان، ۱۹۹۵ء

90ملاحظہ ہو استاد تفسیر مولانا حمید الرحمن عباسی، اللہ تعالیٰ کا نظام عدل: ۱۶۲، انجمن خدام الدین، شیراں والا دروازہ لاہور

91مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۲۴۰-۲۹۰، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔۔۔ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۹۔۔۔ اور عدل کی فلاسفی پر بہترین کتاب محمد نجات اللہ صدیقی: مقاصد شریعت، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔، ۲۰۰۹ء

92ملاحظہ ہو برائے تفصیل علامہ شبلی نعمانی: ۱۹۹-۲۳۸، الفاروق، مکتبہ اسلامیہ لاہور

93ایضاً:۲۸۶

94 مولانا حمید الرحمن عباسی، اللہ تعالیٰ کا نظام عدل: ۹۲، انجمن خدام الدین، شیراں والا، دروازہ لاہور اور سیرت النبی ﷺ ۶: ۲۱۱-۲۱۲، مکتبہ مدنیہ لاہور

95 قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ العالمین ۳: ۳۸۹، لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز

96 Seyyed Hossain Nasr; The Heart of Islam: Enduring Values for Humanity,Lahore: Suhail Academy, 2000,p 239.

97ڈاکٹر محمد الدسوقی، امام محمد بن حسن شیبانی اور ان کی فقہی خدمات: ۴۳۶-۴۳، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۵ء

ملاحظہ ہو برائے تفصیل۔ڈاکٹر حافظ محمد ثانی: رسول اکرم ﷺ اور رواداری:۵۹-۶۰(کراچی: فضلی سنز۱۹۹۹ء۔۔۔سید امیر علی: سپرٹ آف اسلام، باب نمبر۴۔۔۔اشتیاق حسین قریشی کی" The Religion Peace of":۱۰۲-۱۱۱(کراچی: رائل بک کمپنی،۱۹۸۹ء)

98سورۃ البقرۃ ۲: ۱۹۰، ۱۹۳

99سورۃ الحجرات ۴۹: ۹

100ڈاکٹر محمد الدسوقی، امام محمد بن حسن شیبانی اور ان کی فقہی خدمات: ۴۴۰

101 Scientists and Intellectuals like Stephen Hawking, Richard Dawkins,CarlSagan ,etc. have written books which are widely read and are deemed as best sellers.Their books which are spoiling the minds of oung generation in the West and America are Richard Dawkins:"The God Delusion (New York: Houghton Mifflin Company, 2008. (The Blind Watchmaker, New York, Penguin Books,1991).

Stephen Hawking:The Brief History of Times (London: Bantom Books, 1989), Carl

Sagan: The Cosmos (London: Abacus, 1998)

102اشارہ ہے، رچرڈ ڈاکنز کی کتاب The God Delusion کی طرف

103 مفتی محمد شفیع رسول اکرم ﷺ پیغمبر امن و سلامتی: ۱۵، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۴ء

104سورۃ البقرۃ ۲: ۱۴۳ ملاحظہ ہو برائے تفصیل مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۱: ۳۰۹، ۳۱۶، فرید بک ڈپو دہلی

105سورۃ آل عمران ۳:۱۰۴، ۱۱۰

106سورۃ الصف ۶۱: ۹

107 تفصیل ملاحظہ ہو شیخ یوسف قرضاوی: غلبہ اسلام کی بشارتیں: ۴۷-۶۲، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جولائی ۲۰۰۴، رجائی قوطان: امت کے لئے لائحہ عمل: ۳۹-۴۰، ترجمان القرآن نومبر ۲۰۰۴ء

108 البدایہ والنہایہ بحوالہ ڈاکٹر محسن عثمان ندوی، دین کا متوازن تصور: ۱۲، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۹ء